ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمود الحسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

# جنم کنڈلی: ناول نگاری میں ایک نیا تجربہ

**Dr. Mahmood-ul-Hassan**

Assistant Professor, Urdu Department, NUML, Islamabad

## Janam Kundle: A new experience in Novel Writing

Faheem Azmi's novel "Janam Kundle" appeared on literary horizon in 1984. This era is of experiences in genre of novel. Below the title of novel, the novelist has written "An Empirical Novel". The novelist presented an individual's civilization as pancultural and international civilization in "Janam Kundle". He unveiled hypocrisy, ostentation, disappointment and decline of the world through this character. Having conducted research on stylistic, form and story of "Janam Kundle" is study in hand, it has been strived to explore those opportunities which gave birth probabilities of antinovel within the novel.

**Keywords:** *Faheem Azmi, Janam Kundle, Horizon, Empirical Novel, Antinovel.*

فہیم اعظمی کا ناول ''جنم کنڈلی'' ۱۹۸۴ء میں ادبی افق پر ابھرا۔ یہ عہد ناول میں تجربات کا دور ہے۔ مذکورہ ناول کے عنوان کے نیچے لکھا ہوا ہے۔ ایک تجرباتی ناول۔ جنم کنڈلی میں ناول نگار نے ایک فرد کی تہذیب کو عالمگیر تہذیب بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کردار کے ذریعے اس نے دنیا کی منافقت، ریاکاری اور مایوسی وزوال پسندی کو عیاں کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ''جنم کنڈلی'' کا اسلوبی، ہیئتی اور ماجرائی مطالعہ کر کے یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کون سے امکانات ہیں جنھوں نے ناول سے متعلق ردِّناول (Anti Novel) کے خدشات کو جنم دیا ہے۔

اصناف ادب میں ناول ہی وہ صنف ہے جو انسانی زندگی میں ہونے والی تبدیلیوں کو بہتر طریقے سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کسی مغربی مفکر کا قول ہے ادبی اصناف میں جو راستہ براہ راست عوام الناس سے ہو کر گزرتا ہے وہ ناول ہے۔ ناول نگاری میں ناول کی ہیئت، اسلوب کا انتخاب اور ماجرے کا بیان اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہیئت، اسلوب اور ماجرا کسی بھی فن پارے کی فنی، لفظی اور معنوی حدود اور امکانات کے ساتھ ساتھ تخلیق کار کی شخصیت، فکر، اس کے ذہنی وجذباتی تجربے، اس کے شعور اور لاشعور اور اس کے دور کے سماجی وتہذیبی تمام تر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

واقعات کو سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ ناول کا آغاز نذیر احمد اور سرشار سے ہوا۔ پھر تناظر اور نئے سیاسی و سماجی پس منظر کو دیکھتے ہوئے ناول میں اسلوب اور اظہار کے نئے تجربوں کا آغاز ہوا۔ ترقی پسند تحریک سے ناول نگاری فنی طور پر نئی نئی جہتوں سے آگاہ ہوئی۔ تقسیم ہند، نقل مکانی، مارشل لاء، سقوط ڈھاکہ بھی ناول نگاری کے لیے نئے موڑ ثابت ہوئے۔ معاصر اردو ناول کا آغاز قریب قریب ۱۹۸۰ء سے ہوتا ہے۔ اس عہد میں افادیت اور عدم افادیت، ہیئت میں تبدیلی، تکنیکی و موضوعاتی تنوع، ابلاغ اور اردو ناول جیسے مسائل اور تجربات زیر بحث آتے ہیں۔ ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی لکھتے ہیں:

> معاصر ناول کا یہ عہد اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں کہانی کا کینوس تمام بر اعظموں تک پھیل گیا جس سے ہمارا ناول نگار عالمی برادی کو اکائی کے روپ میں دیکھنے دکھانے، پرکھنے اور تجربہ کرنے پر قادر ہو گیا۔ اس دور میں معاشرے نے بھی اچانک بے شمار تبدیلیاں قبول کیں۔[۱]

اس دور میں فرقہ ورانہ فسادات، تعصب، میڈیا کی ترقی، لسانی عصبیت، قتل و غارت گری، نوجوانوں میں فرسٹریشن، کراچی کی صورت حال، سیاست کا بحران، ہوس کی اجارہ داری اور اقدار کی پامالی ایسی ہی اور بہت سی باتوں نے زندگی کی بہت سی کڑوی سچائیوں کو بے نقاب کیا۔ ناولوں کا یہ کھردرا پن، موضوع کے علاوہ ہیئت، اسلوب اور ماجرے کے کھردرے پن میں ظاہر ہوا۔ معاصر ناولوں میں لسانی تازہ کاری کو بڑی آسانی سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ معاصر اردو ناولوں میں ہونے والے تجربات کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ زندگی میں ہونے والی تبدیلیوں نے ناول کی ہیئت میں تبدیلی پیدا کی۔ داخلی احساسات نے قصہ کے ساتھ ساتھ کہانی کے ماجرے کی غیر ترتیب تصویروں کو پیش کرنے کا رویہ اختیار کیا۔ انسان نے اپنی زندگی کی بے سمتیوں اور اندرونی خلفشار کو ناول میں ڈھالنے کے لیے نئے نئے اسالیب اختیار کیے۔ تخلیقی ادب میں زبان کبھی بھی کسی گرامر یا اصول کی پابند نہیں ہوتی۔ اس لیے وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اردو کے معاصر ناولوں میں اسلوبیاتی اور ماجرائی تجربات کو اسی حوالے سے دیکھا گیا ہے۔

پاکستان میں ۱۹۸۰ء کے بعد لکھے گئے ناول میں موضوعاتی، ہیئتی، اسلوبیاتی، ماجرائی اور رجحاناتی تجربے کا آغاز انتظار حسین کے ناول ''بستی'' سے ہوتا ہے۔ اس نے پڑھنے والوں کو نئی لذت سے آگاہ کیا۔ ''بستی'' ناسٹلجیائی ناول ہے لیکن مصنف نے اسے مختلف تجربات سے گزارا۔ وہ کبھی ذاکر کے ذریعے کہانی بیان کرتے ہیں، کبھی واحد متکلم کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

استعمال کرتے ہیں، کبھی اوراق کے ذریعے کہانی کی معنویت کی تشکیل کرتے ہیں، کبھی دیومالائی اور اسطوری حوالوں کے ذریعے سے علامتی حیثیت کے ساتھ اپنے عہد کے غموں اور مشکلات کا بیان کرتے ہیں اور یوں ناول کی ہیئتی، اسلوبیاتی تبدیلی کا مظہر بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ حجاب امتیاز علی کا "پاگل خانہ"، انیس ناگی کا "دیوار کے پیچھے" اور انور سجاد کا "خوشیوں کا باغ" اسلوبیاتی اور ہیئتی تجربے کے حوالے سے لکھے گئے اہم ناول ہیں۔

فہیم اعظمی کا خاندانی نام امداد باقر رضوی، عرفیت دلارے میاں ہے۔ وہ ۱۹۲۵ء کو موضع چمانواں (اعظم گڑھ) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ایم اے فلسفہ اور ایم اے تاریخ کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ائیر فورس میں ملازمت اختیار کی اور ونگ کمانڈر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ انگریزی، اردو کہانیوں سے اپنے ادبی سفر کا آغاز کیا۔

وہ بطور افسانہ نگار بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ انھوں نے ایسے افسانے لکھے جن میں ابلاغ کے مسائل پیدا ہوئے۔ ناول کے میدان میں وارد ہوئے اور ان کا ناول "جنم کنڈلی" شائع ہوا۔ اس عہد کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ یہ دور ناول میں تجربات کا دور ہے۔ فہیم اعظمی سے قبل انور سجاد، انیس ناگی اور انتظار حسین وغیرہ ناول میں تجربات شروع کر چکے تھے۔ "جنم کنڈلی" کے عنوان کے نیچے لکھا ہوا ہے ایک تجرباتی ناول۔ اس طرح جنم کنڈلی کو پڑھنے والا قاری ناول پڑھنے سے پہلے ذہنی طور پر تیار ہو جاتا ہے کہ وہ روایت سے ہٹ کر ناول پڑھنے لگا ہے۔ جنم کنڈلی میں الجھاؤ اور پیچیدگی کا عنصر بہت زیادہ ہے۔ عام قاری کے لیے اسے سمجھنا خاصا مشکل ہے۔ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح ادب میں بھی کوئی صنف جامد نہیں رہتی بلکہ اس میں نئے نئے تجربات ہوتے رہتے ہیں۔ جمود اور یکسانیت پیدا کر دینے والی روایات تبدیلی کا سبب بنی ہیں۔ اردو ناول میں بھی کچھ اسی طرح ہوا۔ اردو ناول مغرب سے متاثر ہوا اور یہاں پر بھی ناول کی روایت سے انحراف کیا گیا جس کی وجہ سے ناول کی ہیئت اور مطالعیت کے مسائل پیدا ہوئے۔ جس طرح توازن اور احتیاط زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح ادب میں بھی یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ انتظار حسین اور انیس ناگی کے ہاں ہمیں روایتوں کے توڑنے کے باوجود کچھ نہ کچھ اعتدال دکھائی دیا ہے۔ انھوں نے کہانی کو مختلف تکنیکوں میں ڈھال کر ماجرے کی نمو کو برقرار رکھا ہے اور ناول پڑھوانے کی صلاحیت سے آشنا کیا ہے۔ لیکن فہیم اعظمی کے ہاں ہمیں یہ ہنر دکھائی نہیں دیتا۔ ممتاز احمد "جنم کنڈلی" کے بارے میں لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فہیم اعظمی کے ناول جنم کنڈلی پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کہانی پن کی صفت سے اتنا علاقہ نہیں رکھتے بس اس کے لیے ایک دو اشارے یا جھلکیاں پیش کر دینے کو کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ناول کی تشکیل کے حوالہ سے یہ بات بلاخوف وخطر کہی جاسکتی ہے کہ اس تجربے کے گلیمر سے اجتناب برتتے ہوئے مطالعیت کا گلیمر ضرور پیدا کیا جاسکتا تھا۔(۲)

اس اقتباس میں ڈاکٹر ممتاز صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ فہیم اعظمی نے اپنے ناول میں Readability مطالعیت پر توجہ نہیں دی جس کی وجہ سے یہ ناول قاری کی دلچسپی سے محروم ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک تجرباتی ناول ہے اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو جنم کنڈلی کی عبارت بالکل پھیکی ہونے کی بجائے مزاحیہ انداز لیے ہوئے ہے۔ اس لیے بعض اوقات قاری کہانی کی ماجرئیت کو معطل کر کے اس میں چھپے مزاح سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیتا ہے۔ آپ اسے ناول کی خوبی کہیں یا خامی بہر حال درج ذیل اقتباس میں یہ جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

بکواس کرتے ہو۔ سیڑھی مقصد نہیں ہے۔ مقصد ہے کہ کشکول، اور اس نے کشکول گھسیٹ کر مقرر اور سامعین کے سر پر دے مارا اور نٹشے بھاگا اور بھاگتے ہیگل سے ٹکرا کر چاروں شانے چت گر پڑا اور تھوڑی دیر تک الگ کھڑا ہوا اپنی آنکھیں نچاتا رہا اور جلدی جلدی کہتا رہا۔ ''کشکول۔ سیڑھی۔ کشکول۔ سیڑھی۔ کشکول۔ سیڑھی۔(۳)

ناول کا مرکزی کردار ''وہ'' ہے اس کے علاوہ میر سعادت علی اور چمارن کے کردار ہیں۔ ناول نگار نے جنم کنڈلی میں ایک فرد کی تہذیب کو عالمگیر تہذیب بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کردار کے ذریعے اس نے دنیا کی ذہنی انتشار، ناآسودگی، منافقت، ریاکاری اور مایوسی وزوال پسندی کو بیان کیا ہے۔ میر سعادت علی ناامیدی وزوال پسندی کا نمائندہ کردار بن کر سامنے آتا ہے۔ جبکہ چمارن طبقاتی تضادات، سماج میں پھیلی ہوئی جنسی برائیوں اور جنسی استحصال کو پیش کرتی ہے۔

فہیم اعظمی وسیع مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ رکھنے والے ناول نگار ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے مشاہدے اور معلومات کو ناول کے صفحات پر پھیلاتے چلے جاتے ہیں خواہ یہ واقعات قصہ کی شکل میں ڈھلیں یا نہ ڈھلیں۔ قاری کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ اسی لیے ناول میں کہیں کہیں تلازمہ خیال کی تکنیک کا استعمال دکھائی دیتا ہے لیکن آگے چل کر ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال کا سامنا شاید ایسے تخلیق کاروں کو کرنا پڑتا ہے جنھوں نے فکشن کے علاوہ بھی بے شمار علوم کا مطالعہ کیا ہو اور حساس طبیعت رکھتے ہوں اور ذہن میں اٹھنے والے طوفانوں کو الفاظ کے سانچے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں ڈھال کر صفحات پر بکھیر دینا چاہتے ہوں۔ لیکن ایسے فکری طوفان زیادہ تر کامیاب نہیں ہوتے چونکہ وہ کچھ وقت کے بعد بیٹھ جاتے ہیں۔ انور سجاد اور فہیم اعظمی اپنے پہلے پہلے ناولوں میں شاید اسی صورت حال سے گزرے لیکن بعد میں لکھے گئے ناولوں میں وہ محتاط اور مثبت ادبی روایات سے جڑے ہوئے نظر آتے تھے۔ ناول "جنم کنڈلی" خود نوشتانہ رجحان کا عکاس دکھائی دیتا ہے۔ ناول کو ایسے انداز میں تحریر کیا گیا کہ ناول کو جہاں سے چاہیں پڑھیں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ ناول نگار نے مرکزی کردار "وہ" کی کہانی کو عالمی کہانی بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر افضال لکھتے ہیں:

> مصنف نے ایک فرد کی وساطت سے تہذیب اور اس کے تعلق کو عالمگیر تعلق سے جوڑ دیا ہے۔ عالمگیری سماج میں انسانی اقدار ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔ سماجی ناانصافی سے معاشرے میں کوئی مطمئن نہیں ہے۔ (۴)

اس ناانصافی کی بدولت ہر شخص ذہنی انتشار اور ایک انہونے خوف میں پھنسا ہوا ہے۔ مایوسی، ناامیدی، مجبوری، بے بسی اور غربت نے انسان کو عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ آج یہ مسائل دنیا کے بڑے مسائل بن چکے ہیں۔ ناول کے نام سے ہی سوال اٹھتا ہے۔ یہ کس کی جنم کنڈلی ہے؟ اس میں نام تو ہے نہیں۔ لیکن یہ ایک آدمی کی جنم کنڈلی ہے بلکہ ہر آدمی کی جنم کنڈلی ہے حادثات مختلف ہوتے ہیں مگر اثر ایک ہی ہوتا ہے۔ خون بہنا اور بہتے رہنا کے مصداق سب کو ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

> یہ کس جنم کی بات ہے؟ اس میں دن اور تاریخ کا ذکر نہیں۔ یہ ہر جنم کی بات ہے۔ ایک لمحے کی بات ہے۔ دن اور تاریخ تو ہم نے متعین کیے ہیں۔ صرف ایک لمحے سے ادھار لے کر یہ کس جگہ کی بات ہے؟ کس علاقے کی بات ہے۔ زمین کی بات ہے۔ اسپیس کی بات ہے۔ اس کی کوئی حدود نہیں۔ اس کے الفاظ مبہم ہیں اور سمجھ میں نہیں آتے۔ (۵)

اس اقتباس میں ناول نگار نے مقام، لمحہ، دن اور تاریخ کے حوالے سے انوکھا خیال پیش کیا ہے اور بتایا کہ ہر انسان کو زندگی ملتی ہے اور گزر جاتی ہے پھر ہم کیوں مسائل پیدا کرتے ہیں اور لوگوں کے لیے حادثات کا سبب بنتے ہیں۔ انسانی سرشت کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اس نے مصلّے پر بیٹھ کر سر اوپر کیا اور بن مانگے دینے والے کا شکریہ ادا کیا اور دو وقت کی روٹی کو دونوں جہانوں کی دولت سمجھا اور مصلے کے نیچے سے دھرتی ہنسی اور قابیل نے سر نکالا اور ہاتھ نکالا اور ہتھوڑی نکالی۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مگر قابیل کہاں سے آ گیا۔ وہ تو ہزاروں سال پہلے مر چکا۔ قابیل کبھی نہیں مرتا وہ امر ہے۔
اونہہ جکشے۔
اس جکشے نے آب حیات پی لی ہے۔ بھگوان۔
شیطان۔ ہابیل، قابیل، حسین، یذید۔ سب زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ (۶)

''جنم کنڈلی'' کا اہم کردار ''وہ'' نہیں جانتا اس کی منزل کون سی ہے۔ وہ کہاں جائے کہ اسے اپنے وجود کے تحفظ کا احساس ہو۔ ''وہ'' نا آسودگی کا شکار ہے ہاتھ میں کشکول لیے ہوئے ہے جو بھر نہیں سکتا۔ کشکول اس ناول کی بنیادی علامت ہے۔ ناول نگار نے اس علامت کو بڑے متوازن انداز میں استعمال کیا ہے۔ اس سے انسان کی بے بسی جھلکتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ انسان ہیرے، جواہرات دریافت کرنے، سائنسی ایجادات کرنے اور سورج چاند مسخر کرنے کے باوجود اپنے کشکول کو نہیں بھر سکتا۔ انجم اعظمی کے بقول:

> کلاسیکی شعراء نے کشکول کو یا پیمانے کو صرف تشبیہ کے طور پر استعمال کیا جبکہ فہیم اعظمی نے زندگی کے کشکول کو بطور علامت استعمال کر کے اس کے نہ بھرنے کی داستان میں اپنے عہد کے آدمی کی بے پناہ تشنگی کا اظہار کیا ہے۔ (۷)

فہیم اعظمی نے سوچ سمجھ کر اور تجربے کی نیت کے ساتھ ''جنم کنڈلی'' کو تحریر کیا۔ اس کے الجھے ہوئے اسلوب اور روایتی ہیئت کے عمل نے ناول سے متعلق انٹی ناول (ردّ ناول) کے امکانات کو پیدا کیا ہے۔ ناول کا اسلوب الجھا ہوا پیچیدہ اور کئی ایک مقامات پر تو حیرانی کی حد تک ماجرے کا گورکھ دھندہ دکھائی دیتا ہے۔ آپ ناول کو کسی جگہ سے پڑھنا شروع کر دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی کسی قسم کی ذہنی الجھن پیدا ہو گی۔ اسی وجہ سے جنم کنڈلی کو نیم پختہ تجربہ سمجھا جاتا ہے۔

محمد علی صدیقی جنم کنڈلی کے فلیپر پر لکھتے ہیں:

> فہیم اعظمی نے جنم کنڈلی کی صورت میں ایک انوکھا اور کامیاب تجربہ کیا ہے۔ ایک ایسا تجربہ جو اردو فکشن میں سنگ میل قرار پائے گا۔ ''جنم کنڈلی'' جس طرز احساس اور اظہار کا خوبصورت اور وقیع نمونہ ہے۔ وہ جذباتی احساسات اور غیر جذباتی تعقل پسندی کی بہ یک وقت یکجائی کی شکل میں ہی ظہور پذیر ہو سکتا تھا۔ (۸)

چند مثالیں ملاحظہ کریں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ا۔ایک پہلوان نے دوسرے پہلوان سے کہاتونیپام بم گرادیاہوتا۔
کیسے گرادیاہوتاقسم جو تھی
ہاں قسم جو تھی والڈھایئم کو بلالیاہوتا۔
وہ جیورو شلم گیاہوا تھا۔
توپتلون کھول دیاہوتا
زپ نہیں تھی۔ازار بند تھا۔(۹)
۲۔اس کو وراثت میں تلوار ملی تھی اور الفاظ ملے تھے اور سجدہ گاہ ملی تھی اور آم کا پیڑ ملا تھا اور سرسوں کا ساگ ملا تھا۔اور نیم کوڑی ملی تھی اور چمارن ملی تھی اور اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔(۱۰)

ناول نگار نے ناول میں داخلی احساسات کے مقابلے میں خارجی واقعات سے استفادہ کیا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ناول کے ناسٹلجیاتی احساس کو بھی اپنے طور سے بیان کیا ہے:

کہاں جارہے ہو؟
تیر رہاہوں۔
منزل مفقود
مقصود
مقصد؟ موہوم
اور تیرنا؟ مقسوم
قلم کہاں؟ توڑدیا
کاغذ کہاں؟ پھاڑدیا
روشنائی کہاہے؟ پی گیا
اور کیارہ گیا یہ کشکول"(۱۱)

جب انسان کو خود اپناوجود خطرے میں دکھائی دیتاہے تونامرادی اور مایوسی اس کی تقدیر بن جاتی ہے۔ زندگی ریشنیلٹی کی بجائے اِرّیشنیلٹی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔مصنف "جنم کنڈلی" کو ایک تجرباتی ناول قرار دیتاہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ناول ہیئتی، اسلوبیاتی، ماجرائی اور مخصوص تجربے میں کامیاب رہا یا نہیں۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کے نزدیک اس کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تجربہ نیم پختہ ہے۔ اس میں اسلوب واقعی انوکھا اور منفرد ہے۔ جن تکنیکوں کو برتا گیا ہے وہ کسی اور ناول میں نظر نہیں آئیں۔ بیانیہ میں جس فنتاسیائی دنیا اور ماورائے دنیا کا تذکرہ ہے وہ بھی سب سے مختلف ہے۔

ناول میں عجیب و غریب خیالات، استنباطی تکنیک، بے ترتیب ماجرا، درمیان میں اچانک میر سعادت اور چمارن کا مختصر سے وقت کے لیے ظاہر ہونا اور پھر غائب ہو جانا ایسے منفرد اسلوب کو پیش کرتا ہے جو اس سے قبل کسی ناول میں دکھائی نہیں دیتا۔ ناول میں زندگی کے سینکڑوں مظاہر مختلف ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ واقعات کی تکرار ماجرے کی تفہیم میں ابہام پیدا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ماجرے کی بجائے قصے کا ایک موہوم سا ہیولہ ابھرتا ہے۔ ایسی صورت حال میں مطالعیت کا مسئلہ پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ عام قاری کو ناول پڑھتے ہوئے شدید مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے ناول پڑھنے والوں میں ناول سے عدم دلچسپی بڑھتی ہے۔ ''جنم کنڈلی'' فہیم اعظمی کا بہر حال ایک تجرباتی ناول ہے۔ اس لیے اس کا تجزیہ بھی اس حوالے سے کیا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کے نزدیک زبان توڑنا بہت آسان عمل ہے چلیے اسے آپ مشکل بھی کہہ لیجیے لیکن پھر بھی بڑے فنکار کے لیے مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے تجربے کا اعتبار قائم کرے اور قارئین کی اکثریت کو اپنا ہمنوا بنالے۔ اور میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا تجربہ اب بھی نیم پختہ تحریر ہے۔ تاہم اگر انھوں نے مزید ناول لکھے تو شاید وہ اپنی تحریر میں ابہام اور عدم دلچسپی کے عناصر نکال سکیں۔ جنم کنڈلی ایک تجرباتی ناول ہے اور تجربے کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ اس لیے ایسے تجربات جاری رہنے چاہئیں کیونکہ اسی قسم کے تجربات سے قابلِ ذکر ادب پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس لیے جنم کنڈلی کے حوالے سے قنوطیت کی بجائے رجائیت کے جذبات ابھرنے چاہئیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حوالہ جات


۱۔ شہاب ظفر اعظمی، ڈاکٹر، معاصر اردو ناول کے اسالیب، مشمولہ ہم عصر اردو ناول ایک مطالعہ، مرتبین قمر رئیس / علی احمد فاطمی، ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص ۸۹

۲۔ ممتاز احمد، خان، ڈاکٹر، اردو ناول کے بدلتے تناظر، ویلکم بک پورٹ، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۳۱۲

۳۔ فہیم اعظمی، جنم کنڈلی، البا قریہ پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۷۶

۴۔ محمد افضال بٹ، ڈاکٹر، اردو ناول میں سماجی شعور، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۳۳۱

۵۔ فہیم اعظمی، جنم کنڈلی، البا قریہ پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۲۶۸

۶۔ ایضاً، ص ۳۰

۷۔ انجم اعظمی، الٹی دعا، از پیش لفظ، جنم کنڈلی، ص ۱۰

۸۔ محمد علی، صدیقی، تبصرہ، از فلیپر جنم کنڈلی

۹۔ فہیم اعظمی، جنم کنڈلی، ص ۲۱۔۲۰

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۴۵

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۰۱۔۱۰۰